335/ 16/10/12

مقالہ نگار: احمد

نگراں: پروفیسر ایس ایم عزیزالدین حسین، معاون نگراں: پروفیسر زبیر احمد فاروقی

شعبہ: تاریخ وثقافت، جامعہ ملّیہ اسلامیہ نئی دہلی

عنوان: چودھویں صدی عیسوی کے اہم عربی ماخذ کا تجزیاتی مطالعہ

تلخیص

تاریخِ ہند کی ترتیب وتدوین میں جو مقام چینی، جاپانی، یونانی اور یوروپی سیاحوں اور جغرافیہ نویسوں کا ہے بلاشبہ وہی مقام عرب سیاحوں مورخین اور جغرافیہ دانوں کا بھی ہے۔ بلکہ بعض اعتبار سے عرب سیاحوں کی تحریریں زیادہ اہم اور قابلِ اعتبار ہیں۔عربوں نے دیگر علوم کی طرح فن تاریخ نگاری میں بھی اپنی علمی بصیرتوں کا عمدہ ثبوت پیش کیا ہے۔عربوں کے فراہم کردہ تاریخی و جغرافیائی معلومات سے ہندوستان کی سیاسی، سماجی، معاشی اور ثقافتی تاریخ کی ترتیب وتدوین میں مورخین کو کافی مدد ملی ہے۔ میں نے تاریخ ہند سے متعلق چودہویں صدی عیسوی تین اہم عربی ماٗخذوں کو اپنی تحقیق کا موضوع بنایا کر مندرجہ ذیل نکات پر بحث کرنے کی سعی کی ہے۔

(ا) پہلا باب عربی تاریخ نگاری کے ارتقائی پسِ منظر پر مبنی ہے جس میں یہ وضاحت کرنے کی کوشش کی ہے کہ یہ فن ترقی کے کن مراحل سے گذر کر عربوں کا ایک امتیازی وصف بنا۔(۲) دوسرے باب میں چودھویں صدی عیسوی سے قبل کے اہم عربی ماخذوں کا مختصر تعارف پیش کیا گیا ہے۔ تا کہ ماضی کی کڑیوں کو جوڑ کر ایک تسلسل قائم کیا جا سکے(۳) تیسرے باب میں چودھویں صدی کے اہم عربی ماخذوں (رحلۃ ابن بطوطہ، مسالک الابصار اور صبح الاعشیٰ) کے امتیازی خصوصیات سے بحث کرتے ہوئے ان کی اہمیت پر مدلل روشنی ڈالتے ہوئے عصرِ حاضر میں اس کی افادیت کو بیان کیا ہے (۴) چوتھا باب چودھویں صدی عیسوی کے عربی ماخذ کا ہم عصر فارسی ماخذ سے تقابلی موازنہ پر مشتمل ہے۔اس تقابلی موازنے میں دو باتوں پر خاص توجہ دی گئی ہے: (الف) عربی اور فارسی ماخذ میں موجود مشترک بیانات کی نشاندہی اور ساتھ ہی ساتھ عربی ماخذ میں موجود ایسا مواد جو فارسی تاریخوں میں نہیں ملتا، اس کی نشاندہی کی گئی ہے۔(ب) عربی ماخذ میں موجود ایسے تہذیبی، تمدنی اور معاشرتی نکات کو واضح کیا گیا ہے جن سے فارسی تاریخیں عاری ہیں۔(ج) ان دستاویزات میں موجود معلومات کی تصدیق دیگر ہم عصر تاریخی حقائق کی روشنی میں پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

الغرض میں نے (الف) تحفۃ النظار فی غرائب الامصار وعجائب الاسفار (ب) مسالک الابصار فی ممالک الامصار (ج) صبح الاعشیٰ فی صناعۃ الانشاء کے عربی متن پر ہی اپنے مطالعے کی بنیاد رکھی ہے۔اس کے علاوہ عرب مورخین کا تقابلی موازنہ جن فارسی مورخین سے کیا ہے ان کے فارسی متن کو بنیاد بناتے ہوئے معتبر اردو اور انگریزی ترجموں سے بھی استفادہ کیا ہے۔جس کی بنیاد پر اس نتیجہ پر پہونچا کہ عربی ماخذوں کی نوعیت صرف سیاسی ڈپلومیسی نہیں تھی بلکہ یہ ماخذ ہندوستانی تہذیب وتمدن، ہندوستانی فلسفے، ادب اور فنونِ لطیفہ کا انسائیکلو پیڈیا ہیں۔

ابنِ بطوطہ چودہویں صدی کا وہ مشہور عرب سیاح ہے جس نے دنیا کے وسیع خطہ کی سیاحت کی اور جن ملکوں کا اس نے سفر کیا وہاں کے سیاسی، سماجی، معاشی، اور جغرافیائی حالات کو اپنے روزنامچے میں نوٹ کرتا رہا۔ بدقسمتی سے یہ سرمایہ دورانِ سفر تلف ہو گیا لیکن سفر کی یادداشتیں اس کے ذہن میں محفوظ رہیں جسے اس نے ابن جزی کو نوٹ کروا دیا تھا۔ واضح رہے کہ ابنِ بطوطہ ایک سیاح تھا، جو دنیا کے مختلف ممالک کی سیر کرتے ہوئے عہدِ محمد تغلق میں ہندوستان آیا، قاضی القضاۃ کے عہدے پر بھی فائز رہا، چین کا سفیر بھی بنا کر بھیجا گیا۔اس نے یہاں کے جغرافیائی حالات، تہذیب وتمدن، سماجی اور معاشرتی زندگی، اقتصادی حالات اور مذہبی رسوم وعقائد کے علاوہ یہاں کی قوموں،

جماعتوں، چرندوں، پرندوں، درندوں، حیوانات و نباتات وغیرہ سے متعلق نہایت عمدہ معلومات فراہم کیں۔ اس کی تفصیلات اور توضیحات اسکی ذاتی دلچسپی پر مبنی تھیں۔ ابن بطوطہ اخلاقیات، رسم و رواج، رویوں، تہواروں، تجارتی تعلقات، ذرائع ابلاغ کے طور طریقوں، صنعت و حرفت اور قدرتی وسائل کا ذکر بڑے اہتمام کے ساتھ کرتا ہے اسے عورتوں میں خصوصی دلچسپی تھی، وہ ہر جگہ کی عورتوں کے بارے میں تفصیل پیش کرتا ہے۔ عورتوں کے پہناوے، عادات، حرکات وسکنات، حجاب و حیا اور جسمانی کشش کا بیان بھولتا ہی نہیں۔ گرچہ اس کا نقطۂ نظر ایک مورخانہ نہیں تھا۔ لیکن اس کی پیش کردہ معلومات کسی بھی تاریخی یا جغرافیائی دستاویز سے کم نہیں ہیں۔

مسالک الابصار فی ممالک الامصار کا مصنف شہاب الدین العمری خود تو ہندوستان نہیں آیا لیکن اس نے سابقہ کتابوں اور ہم عصر سیاحوں کے چشم دید بیانات پر مبنی ہندوستان اور اس کے نواحی علاقوں کے متعلق جن گراں قدر اطلاعات اور معلومات افزا باتوں کو درج کیا ہے وہ کافی اہم ہیں۔ اس میں ہندوستان کے متعلق ایسی معلومات کو اکٹھا کرنے کی کوشش کی گئی ہے جو عربوں کے لیے دلچسپ اور معلوماتی نوعیت کی ہوں۔ اس کتاب میں عام اور خاص، چھوٹی اور بڑی ہر قسم کی باتوں کا حسین امتزاج پایا جاتا ہے

صبح الاعشیٰ کا مصنف شہاب الدین ابوالعباس قلقشندی وہ عرب مورخ ہے جس نے تمام اسما کو حروف اور حرکات وسکنات کے ساتھ ضبط کرنے کا اہتمام کیا ہے تاکہ صحیح تلفظ معلوم ہو سکے۔ قلقشندی کی کتاب ایک مقدمہ، دس مقالات اور ایک خاتمہ پر مشتمل ہے۔ ہندوستان کا بیان کتاب کی پانچویں جلد میں شامل ہے۔ اس نے ہندوستان کی بے مثال عظمت، وسعت، مالداری، فوجی قوت، شاہی شان وشوکت، پورے عالم میں اس کی شہرت، یہاں کے موتیوں، سونے کی کانوں، یاقوت، الماس، عود، کافور، جانوروں میں ہاتھی اور گینڈا، اشیاء ضروریہ کے متوفر اور سستا ہونے کا بڑے شگفتہ اور دلنشین انداز میں تذکرہ کیا ہے۔ یہاں کے باشندوں کی عقلمندی اور قابلیت کا ذکر کرتے ہوئے انھیں انتہائی ہوشمند، دنیا کی ساری قوموں میں سب سے زیادہ اپنی خواہشات پر قابو رکھنے والے اور اچھے کاموں کے لیے اپنی جانیں تک قربان کردینے والے بتایا ہے پھر ہندوستان کی عظمت عدل وانصاف، سیاست، ملکی انتظام، امن وامان جان و مال اور عزت و آبرو کی حفاظت، مختلف علوم وفنون مثلاً حکمت، طب، ہندسہ، صنعت، حرفت وغیرہ میں مہارت کا ذکر کیا ہے۔ جو تاریخی نقطۂ نظر سے بڑی اہمیت کی حامل ہے۔

عربوں کی تحریروں کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ ان کتابوں کی تصنیف کا مقصد مختلف اور زاویۂ نظر منفرد تھا۔ ہندوستان کی آب و ہوا، یہاں کی فصلیں اور ان کی قسمیں، مویشیوں، ذاتوں اور ان کی درجہ بندی، عقائد، رسوم و رواج، طرز معاشرت اور پہناوے میں ہندوستان میں رہ کر لکھنے والوں کے لیے کوئی کشش نہ تھی۔ وہ ان سب باتوں سے واقف تھے۔ لہٰذا ان کے نزدیک اس کی اہمیت بھی نہیں تھی۔ فارسی تاریخ نویسی یا علم وفن دربار میں رسوخ حاصل کرنے کے لیے، مدح سرائی کے ذریعہ دنیاوی فوائد حاصل کرنے کے لیے یا اس جیسے دیگر فوائد کے حصول کے لیے تھی۔ برنی نے اپنی تاریخ نگاری کا آغاز 'تاریخ فیروز شاہی' لکھ کر اس وقت کیا جب اقتدار اور دربار کی باریابی محمد بن تغلق کی موت کے ساتھ ختم ہوگئی اور حاشیہ نشینی میسر آئی۔ اس نے اور بھی کتابیں لکھیں جن کا مقصد بظاہر پچھتاوا اور گناہوں کی تلافی ہے لیکن در پردہ وہ خود کو سلطان فیروز شاہ کے نزدیک اپنی اہمیت بھی ثابت کرنا چاہتا ہے۔

عربی اور فارسی مورخین کی تاریخ نویسی میں ایک بڑا اور نمایاں فرق غیر جانبداری کا ہے۔ عربوں کی تاریخ نویسی آزادانہ اور دربار میں رسوخ کے حصول سے مبرا تھی، کسی امیر رئیس یا سلطان کی خوشنودی کی خاطر نہیں تھی۔ اس بنا پر کہا جاسکتا ہے کہ یہ تاریخ نویسی کافی حد تک تعصب سے آزاد تھی۔ یہ عربی تاریخ نویسی کا طرۂ امتیاز ہے۔